خواجہ رشید الدّین فضل اللہ ہمدانی

اسلامی علوم و فنون کی سرپرستی کے آئینے میں

• ________ ڈاکٹر محمد ریاض

خواجہ رشید الدین فضل اللہ ہمدانی (متوفّٰی ۷۱۸ ہجری - ۱۳۱۸ عیسوی) کی کئی حیثیتیں ہیں۔ وہ حاذق طبیب، ایک بیدار مغز اور روشن ضمیر مورّخ، ایک لائق وزیر اور سب سے بڑھ کر سلامی علوم و فنون کے زبردست سرپرست تھے، مگر ان کے کارنامے ابھی تک پردۂ خفا یں، اس مختصر مقالے میں ہم ان کی علم پروری کا ایک خاکہ پیش کریں گے۔

رشید الدین الطبیب" (فضل اللہ بن عماد الدین ابو الخیر بن علی) جنہیں آئندہ ہم "خواجہ" لکھیں یہودی الاصل تھے۔ ان کے والد نے بڑھاپے میں اور خود خواجہ نے تیس سال کی عمر میں دینِ اقبول کیا۔ اس وقت تک انہوں نے اپنے زمانے کے متداول علوم و فنون میں تبحّر حاصل کر ما۔ "طب" میں تو وہ تخصّص سے بہرہ مند تھے۔ وزارت کا عہدۂ جلیلہ سنبھالنے کے بعد بھی وہ ب" ہی کہلواتے تھے۔ انہیں اس پیشے سے طبعی مناسبت تھی۔ ان کے اکثر خطوط میں مرقوم ہے طبیب الوزیر"

خواجہ سلطان اباقا خان مغولی ایلخانی [illegible] طبیب رہے۔ سلطان غازان بن ارغون مغولی نے انہیں طبیب [illegible] رکھا تھا۔ غازان خاں ایک فاضل ں تھا اور خواجہ سے مختلف موضوعات [illegible] لیا کرتا۔ آخر ۶۹۴ ہجری میں اس نے م قبول کر لیا۔ وہ پہلا مسلمان منگولی یا ایلخانی سلطان تھا۔ اس نے لفظ "محمود" کو اپنے نام کا و بنایا۔ سلطان محمود غازاں خاں (متوفّٰی ۷۰۳ ہجری) نے ہی (۶۹۹ ہجری میں) خواجہ کو اپنا وزیر رکیا تھا۔ اگرچہ اباقا خاں بھی ان کا قدر داں تھا، مگر سلطان محمود غازاں نے خواجہ کے مادّی و وی مراتب میں اضافہ فرمایا۔ خواجہ، سلطان محمد خدا بندہ اولجائتو (۷۰۳ - ۷۱۶ ہجری) کے عہد

میں بھی مقتدر اور سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ سلطان ابو سعید خاں (۷۱۶-۷۳۶ ہجری) کے عہد میں اقتدار کے طالبوں نے خواجہ پر طرح طرح کے اتہامات لگائے مگر سلطان کو محققاً کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس کی بنا پر وہ خواجہ سے باز پرس کر سکتا۔ اس پر مخالفوں نے ۷۱۸ ہجری میں اس سراپا خیر شخص پر خنجر کا وار کیا جس سے خواجہ جانبر نہ ہو سکے۔ جلال الدین محمد عتیقی نے ان کی تاریخ وفات میں فرمایا تھا ؎

رشید ملک و دین چوں رحیل کرد بعقبیٰ نوشت منشی تاریخ او کہ "طاب ثراہ"

اور جیسا کہ بیان ہوگا، خواجہ نظام الملک طوسی (ابو علی حسن بن علی بن اسحاق مقتول ۴۸۵ ہجری) کے بعد ایران و عرب کو ایسا لائق وزیر غالباً نصیب نہیں ہوا۔ خواجہ کا مزار سلطانیہ نزد تبریز میں ہے

آثار و کتب

خواجہ خود عالم اور علماء و فضلاء کے قدر دان تھے۔ ان کی متعدد تالیفات ہیں "جامع التواریخ رشیدی" (سن تالیف ۷۱۰ ہجری) بہت معروف اور مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کی بنا پر خواجہ کو پہلا "عالمی مورخ" مانا جاتا ہے۔ مانچسٹر یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جان اینڈریو بائل[1] نے اس سلسلے میں ۲۹ اپریل ۱۹۶۹ء کو کراچی میں ایک مبسوط مقالہ بھی پڑھا تھا۔ پروفیسر بارتھولڈ[2] نے بھی وثوق سے لکھا ہے کہ قرون وسطےٰ تک کم از کم ایسی کوئی کتاب ایشیا یا یورپ میں نہیں لکھی گئی جس میں عالمی تاریخ کے بارے میں اس قدر متنوع اور ہمہ گیر معلومات فراہم کی گئی ہوں۔ یہ کتاب تین اور بقول بعض چار جلدوں پر مشتمل تھی۔

پہلی جلد کی دو فصلیں ہیں جن میں مغلوں (منگولیوں) کی مفصل تاریخ لکھی گئی ہے (اسے تاریخ غازانی بھی کہتے ہیں) دوسری جلد تاریخ عالم اور بین الاقوامی اہمیت کی حامل ہے۔ بعض جغرافیائی معلومات

---

1. JOHN ANDREW BOYLE.
2. TURKISTAN DOWN TO THE MANGOL INVASION
3. ASPECTS OF ALTAIC CIVILISATION P.46. EDITED BY DENIS SINOR, P. 200.

ناکافی ہیں مگر خود تاریخی اطلاعات حیرت انگیز ہیں۔ مولف نے اپنے ماخذ و مراجع کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس جلد کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کو مفصل تر لکھا گیا ہے۔ تیسری جلد کا معتد بہ حصہ ضائع ہو گیا اور جو بچا وہ صور اقالیم اور جغرافیائی بحثوں پر حاوی ہے۔ چوتھی جلد کا غالباً واحد مخطوطہ استنبول کے سرائے نامی کتب خانے میں موجود ہے۔ اس جلد کا نام "شعب پنجگانہ" ہے اور اس میں دنیا کے اکثر حکمراں خاندانوں کا شجرۂ نسب اور مدت حکومت درج ہے۔ یہ کتاب ابھی تماماً نہیں چھپی۔ صرف پہلی جلد اجزا[4] کی صورت میں چھپ چکی ہے، دوسری، تیسری اور چوتھی جلدیں تہران میں زیر طباعت ہیں۔ پہلی جلد بھی یکجا چھپنے والی ہے۔

"جامع التواریخ رشیدی" مکمل صورت میں کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ایسی کتاب کا لکھنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اور اسی لئے خواجہ نے دوسرے علماء و فضلاء سے اس سلسلہ میں مدد لی ہے۔ طرز تحریر سے بھی واضح ہے کہ اس کتاب کا ایک مصنف نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں "تاریخ اولجائتو[5]" کے مصنف ابوالقاسم کاشانی کا بیان دلچسپ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "جامع التواریخ رشیدی" کا بیشتر حصہ اس نے لکھا ہے اور یہ کہ خواجہ نے اسے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا مگر اس سے کسی قدر پھر گیا۔" اس بات کی کسی اور نے تائید نہیں کی۔ ممکن ہے کہ جامع التواریخ رشیدی کا کچھ حصہ اس نے لکھا ہو۔ مگر تاریخ اولجائتو جیسی درجہ دوم کتاب کا مصنف جامع التواریخ رشیدی کے معتد بہ حصے کا مولف کیسے ہو سکتا ہے؟

خواجہ کے مکتوبات کی ایک جلد کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم نے ۱۹۴۷ء میں "منشآت رشیدی" کے نام سے لاہور سے شائع کیا تھا۔ خواجہ کی ایک دوسری کتاب "الاحیاء والآثار[6]" کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا اور باقیماندہ ۱۹۵۵ء میں تہران سے شائع ہو گیا ہے۔ ان کی تین تالیفات مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں: مفتاح التفاسیر، الرسالۃ السلطانیہ اور السوالیہ والجوابیہ۔ پہلی کتاب قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ دوسری مغلوں کے کارناموں اور تیسری شاہی مکتوبات پر مشتمل ہے[7] (عربی)

---

[4] مغلوں کی اصل، چنگیز خان، احفاد چنگیز اور بعد کے منگولوں پر جداگانہ ابواب ہیں [5] مخطوط: کتب خانہ مرکزی۔ تہران یونیورسٹی نمبر ۲۴۱ تا ۲۴۴ [6] اس کتاب میں فن معماری، زراعت اور علم الحیوانات سے بحث ہے۔

[7] التوضیحات فی مبحث التصوف اور مطائف الحقائق، مسائل الاحکام خواجہ کی عربی کتب کے نام ہیں جو راقم الحروف کو ابھی مل نہیں سکیں۔

[redacted]

اجہ کی علم پروری اور علماء سے رابطہ

خواجہ کو علماء سے بڑا تعلق تھا۔ اسے ان کی دوستی پر فخر تھا۔ اپنے ہمکاروں میں خواجہ کے گہرے سم صرف ایک وزیر خواجہ تاج الدین علی شاہ (م ۷۲۴ ہجری) کے ساتھ تھے اور وہ بھی اس کی علم ستی کی بنا پر اس کے مقابلے میں جو خطوط علماء کے نام خواجہ کے منشآت میں ملتے ہیں۔ انہیں پڑھ تعجب ہوتا ہے کہ بایں ہمہ اقتدار وہ علماء کے کس قدر احترام گزار تھے۔ اس سلسلے میں شیخ نجم الدین دبکر زرکوب تبریزی (م ۱۲، ہجری) اور خواجہ صدر الدین ترکہ اصفہانی کے نام خواجہ کے خطوط قابلِ لاحظہ ہیں۔ ترکہ اصفہانی نے اپنی معروف کتاب "کنوز الاشباح فی معرفۃ الارواح" کو خواجہ کے نام معنون یا اور اس کی ایک جلد پیش کی۔ خواجہ نے مؤلف کو ازراہِ قدر دانی بیس ہزار اشرفیاں، ایک گھوڑا مع ین، چند پوستینی لباس، قیمتی جواہرات نیز غلے کے پانچسو خروار بھجوائے اور لکھا: اگرچہ میں کماحقہ آپ قدر دانی نہیں کر سکا، مگر آپ بد دل نہ ہوں اور اپنے علمی کاموں کو جاری رکھیں[۵]۔ اس ایک مثال سے خواجہ کی فیاضی، دریا دلی اور علم دوستی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

رسگاہیں اور اوقاف

خواجہ بڑی جاگیروں اور اوقاف کے مالک تھے۔ سلطان اباقا خان نے خواجہ کو تین مقامات پر جاگیریں دے رکھی تھیں۔ آذربائیجان میں مختلف پھلوں خاص کر انگور کے بہت سے باغات، اناطولیہ ، زرخیز زمین کے متعدد قطعات اور عراق کے جنوبی حصے میں کھجور کے کئی باغات۔ مگر وہ ان سے علمی و ینی کام لیتے یا ضرورت مندوں کی خدمت کرتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ اپنی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ بھی رفاہی کاموں میں صرف کر دیتے تھے۔ اسلام آدمی میں یہی انقلاب لاتا ہے کہ وہ اپنی شخصی ملک کو امانت الٰہی سمجھ کر اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں استعمال کرتا ہے ؎

بندۂ مومن امین، حق مالک است (اقبالؒ)

سلطان محمود غازان خان نے بڑے ذوق و شوق سے اسلام قبول کیا تھا۔ خواجہ اس کے جوشِ ایمانی کو ابھارنے میں لگے رہتے اور علمی و ادبی سرپرستی کے مشورے دیتے۔ سلطان غازان نے

---

۵ روضات الجنات وجنات الجنان مؤلفہ حافظ الکربلائی جلد ۱ مطبوعہ تہران صفحہ ۵۱۱ - ۵۱۲

میں "شام غازاں" یا شنب غازاں کے نام سے ایک قطعہ زمین منتخب کیا اور اپنا مزار وہاں بنانے
عنیت کی۔ خواجہ نے مشورہ دیا کہ اس مقام کے اردگرد "اوقاف" کے طور پر کچھ عمارتیں بنائی جائیں۔
ان نے اس بات کو پسند کیا۔ وہاں ایک دارالکتب، ایک دارالقانون اور ایک رصد خانہ قائم کیا گیا
یہ ان اوقاف کے ناظم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے دو مدارس قائم کئے، ایک میں فقہ حنفی اور دوسرے
فقہ شافعی کی تدریس ہوتی تھی، یہاں پر متعدد مسجدیں بھی بنائی گئیں۔

شہر تبریز کے نواح میں سلطان خدا بندہ نے ایک شہر سلطانیہ کے نام سے آباد کیا تھا۔ خواجہ نے
رہ دیا کہ یہاں ایران و عرب کے علماء کو جمع کیا جائے۔ ان علماء کے مشوروں کی روشنی میں دین و
کے امور حل کئے جائیں۔ یہ مجلس برپا ہوئی اور اس میں چار سو علماء نے شرکت کی۔ مشہور عارف
ر سید علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) کے والد سید شہاب الدین، حاکم ہمدان نے بھی اس مجلس میں شرکت
تھی۔[۹]

سلطان خدا بندہ نے شہر سلطانیہ کے اردگرد اوقاف کا جال بچھا دیا۔ جن کی سالانہ آمدنی دس
اشرفی تھی۔ خواجہ نے اس آمدنی کو بڑی احتیاط اور دیانتداری سے خرچ کروایا۔ اسی آمدنی سے
ں ایک اعلیٰ درس گاہ قائم ہوئی، علامہ شمس الدین محمد آملی (م ۷۵۳ ہجری) نے اپنی تالیف "نفائس
فنون فی عرائس العیون"[۱۰] (فارسی) میں اس درس گاہ کی بڑی تعریف کی ہے اس مؤلف نے خواجہ
اوقاف کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے۔

ربع رشیدی

"ربع" کاروانسرائے یا مہمان خانے کو کہتے ہیں۔ "ربع رشیدی" خواجہ کے ذاتی اوقاف کو کہا جاتا
ہے یہ مقام شہر تبریز اور مذکورہ سلطانیہ کے نزدیک تھا اور اس کے کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔
ربع رشیدی" نامی اس محلے کا قیام، خواجہ کے بڑے کارناموں میں سے ایک ہے۔ اس کی تعمیر پر ساٹھ ہزار دینار
رچ ہوئے تھے "نفائس الفنون ..." کے مطابق یہاں کی درس گاہ میں دس استاد، بیس معید اور سو "تحقیق
موز" طالب علم تھے۔ باطنی تربیت کی خاطر ایک خانقاہ تھی جس میں چار صوفی، بیس سالکوں کو تربیت دیتے تھے

---

[۹] خلاصۃ المناقب مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی برگ ۱۲ [۱۰] مطبوعہ تہران صفحہ ۲۹۵ - ۲۹۶

یہ صوفی" استاد" کے مرتبے پر محسوب کئے تھے۔ مساجد کی خاطر آٹھ قرآن مجید کے حافظ اور اتنے ہی موذن مستقل طور پر" ربع" میں رہتے تھے۔ ان تمام افراد کی آسائش کے لئے بڑی عمدہ "قیام گاہ" موجود تھی خورد و نوش کا لوگوں کا اپنا انتظام تھا۔ استاد کو پندرہ سو دینار ماہانہ اور معید کو اس سے نصف تنخواہ ملتی تھی (معلم خانقاہ بھی استاد کے مساوی مانا جاتا تھا) باقی افراد کو ایک سو بیس دینار ماہانہ کا وظیفہ ملتا تھا۔ اس زمانے کی ارزانی کے پیش نظر، یہ سب لوگ مرفہ الحال اور فکر معاش سے بے نیاز تھے۔

"ربع رشیدی" کا وقف نامہ خواجہ نے مرتب کیا تھا اور یہ ان کے ورثا کے پاس اب تک محفوظ ہے اس دستاویز کی رو سے ربع رشیدی کے کتب خانے میں ساٹھ ہزار کتابیں تھیں اور باقاعدہ دارالمطالعہ قائم تھا۔ یہاں چوبیس کارواں سرا، پندرہ سو دوکانیں اور تیس ہزار گھر تھے۔ وہاں ایک ٹکسال (دارالضرب) تھی رنگ سازی اور کاغذ بنانے کے کارخانے تھے دو بڑی مساجد تھیں۔ کارواں سرا اس طرح بنائے گئے تھے کہ سردی یا گرمی دونوں صورتوں میں مسافروں کو سہولت حاصل ہو۔ ہسپتال، بیت الخلا اور مطبخ (یعنی روٹی پکانے کی جگہ۔ اس زمانے سے اب تک ایران اور عراق عجم میں روٹی پکی پکائی ملتی ہے اور گھروں میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا) نیز بیت الخیرات موجود تھے۔ بیت الخیرات سے بے نواؤں کی مدد کی جاتی تھی۔

ہسپتال یا دارالشفا میں دو طرح کے طبیب ہوتے تھے۔ ایک وہ تھے جو شب و روز ۸۔۸ گھنٹے کام کرتے تھے۔ اس طرح تین شفٹوں میں چوبیس گھنٹے یہ اطبا وہاں موجود رہتے تھے کچھ ایسے طبیب بھی تھے جو چند گھنٹے کے لئے ملازم رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے بیشتر تدریس کرتے تھے (طبی نظام تدریس کا ذکر آ رہا ہے) ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ خواجہ نے دوسرے ممالک سے بھی اطباء منگوائے۔ ان کی تنخواہیں ایسے ہی تھیں جیسے کہ آج کل غیر ملکیوں کو دیتے ہیں۔ یعنی تقریباً دوگنی۔ ان اطباء کو رہائش کی بھی خصوصی سہولتیں میسر تھیں۔ ایسے اطباء مصر اور چین سے مدعو کئے گئے تھے۔ خواجہ نے دیگر فنون پر بھی خاص توجہ مبذول کر رکھی تھی مثلاً فن خطاطی۔ خطاطوں سے خواجہ کی دلچسپی اس وجہ سے بھی تھی کہ وہ اپنی کتابوں کے مخطوطات ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلاتے تھے۔ ایک اور اہتمام یہ کرتے کہ اپنی فارسی کتابوں کو عربی میں اور عربی کتب کو فارسی میں ترجمہ کرواتے۔ دیگر فنون میں نقاشی، زرگری اور معماری ان کی خاص توجہ کا مرکز تھے اور ان تمام فنون کے ماہر ربع رشیدی میں موجود تھے۔

[redacted]

ع رشیدی میں باغبانی کا خاص اہتمام تھا اور کاشت کاری کی خاطر تربیت دی جاتی تھی
قے میں جو باغات تھے ان پر ۱۲۰۰ غلام اتنی ہی کنیزیں (ان ہی غلاموں کی بیویاں) مامور تار
نبانی کو ترقی دینے کے لئے باقاعدہ تربیتی کورس مقرر تھے۔ زراعت کا معیار بلند کرنے کے لئے
نگوانے، اسے تقسیم کروانے، سبزیاں اور بہتر میووں کی پیداوار کی کوشش جاری تھی اور
ںدی ہجری یا چودھویں صدی عیسوی میں ایسی کوشش کرنا جو زرعی تحقیق سے متعلق ہو کوئی معمولی بات

طب اور اطبا پر خاص توجہ رکھنا خواجہ کا معمول تھا۔ طب کا تربیتی کورس پانچ سال کا تھا۔
، نظری اور عملی امتحان لئے جاتے۔ ادویہ سازی کے لئے جڑی بوٹی کی خاطر ماہرین فن کا انتخاب
اور خواجہ خود اس کام کی نگرانی کرتے کہ آیا زیر تربیت طلبا جڑی بوٹیوں کے درست
اور ادویہ بنانے پر قادر ہیں یا نہیں؟ اس ضمن میں ذہین طلبا کو نقد انعامات دیئے جاتے
، اس پر مستزاد تھے۔ خواجہ نے دوسرے ممالک کے ساٹھ ہزار طلبا کو وظائف دے رکھے تھے
ت بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ اوپر ربع رشیدی کے شفاخانوں کا ذکر ہو گیا۔ ربع رشیدی میں
ن متعین اطبا کو شخصی کاروبار چلانے کی اجازت نہ تھی البتہ اگر ضرورت پڑنے پر ان سے ۸ گھنٹے
دہ کام لیا جائے، تو زائد معاوضہ دیا جاتا تھا۔ شفاخانوں کے دو شعبے تھے۔ ایک بے نواؤں کی
ہیں پیر اور جمعرات کو مفت دوا دی جاتی تھی۔ اسی دن ربع رشیدی میں کام کرنے والے سرکاری
بھی مفت دوا ملتی تھی۔ باقی دنوں میں عندالضرورت وہ دوسرے شعبے سے دوا لینے کے مجاز
ں دوسرے شعبے میں علاج معالجے کی خاطر صاحبانِ استطاعت سے حق الخدمت لیا جاتا اور
اثاثہ اوقاف" میں جمع کرا دیا جاتا تھا۔

خواجہ کی دوسرے ممالک کے اطباء و علماء سے خط و کتابت تھی۔ وہ نت نئی دواؤں کے اثرات
خبر۔ دوسرے ممالک کے کئی حاذق اطباء کو خواجہ نے نقد انعامات اور تحائف بھیجے ہیں ا یسے
میں قرطبہ کے چھ اور تیونس نیز طرابلس کے چار چار حاذق طبیب شامل ہیں جنہیں "منشآتِ
ی" کی رو سے ہدایا بھیجے گئے تھے۔

متنوع اوقاف

خواجہ کے اوقاف ربع رشیدی تک محدود نہ تھے۔ انہوں نے اپنے مولد ہمدان اور پھر بصرہ میں بڑے بڑے اوقاف کا اعلان فرمایا۔ اوقاف کا کام مقامی اعیان و اکابر کے سپرد تھا۔ خواجہ کی تقلید میں متعدد امراء نے اپنی جائدادیں وقف کر دیں یا خواجہ کے اوقاف میں دل کھول کے رقمیں دیں۔ آنجہانی پروفیسر اے۔ جی براؤن (م۔ ۱۹۲۶ء) نے ۱۹۲۱ء میں طب العرب (طب الاسلامی) کے موضوع پر جو لکچر دیئے تھے، ان میں چوتھے لکچر میں خواجہ کی طب دوستی اور حذاقت کی تشہیر کی کوششوں کے بارے میں خوب روشنی ڈالی ہے [۱۱]

خواجہ قابلِ اعتماد اطبا۔ کو اوقاف سونپ دیتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنی صوابدید سے کام لے کر بے نواؤں کی مدد کریں اور ایسی سہولتوں میں اضافہ کر سکیں جس سے لوگوں کے تمام حالات میں بہتری ہو۔ ایسے اطبا میں ایک معروف نام محمود بن الیاس کا ہے۔ خواجہ نے شیراز کا ایک موقوفہ ہسپتال اس دلسوز حکیم کے سپرد کر دیا۔ محمود بن الیاس نے اوقاف کے صحیح استعمال سے اس ہسپتال کو وسعت دی اور شیراز کی کافی آبادی کا یہاں پر مفت علاج ہوتا رہا۔ یزد میں ایسا ہی ایک ہسپتال ایک یزدی طبیب کے سپرد کیا گیا تھا۔

مدرسہ ہائے سیار

"سیار مدرسہ" کی اصطلاح خواجہ نے استعمال کی ہے۔ "تاریخِ وصاف" [۱۲] کے مطابق، سلطان خدابندہ ایسے مدارس سے خوب استفادہ کرواتا تھا۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ جب سلطان کو کہیں جانا ہوتا تو علما کی ایک جماعت کو ساتھ رکھتا۔ ان کا انتخاب عموماً خواجہ کرتا تھا۔ جہاں پڑاؤ پڑتا، سلطان کے حکم سے مقامی علما کو بلوایا جاتا اور ان علما سے جو سلطان کی معیت میں ہوتے ان کا تبادلۂ فکر و نظر کروایا جاتا۔ یہ کوئی مناظرہ نہ تھا

---

[۱۱] ان تقاریر کا اردو ترجمہ، دوسری بار حکیم نیر واسطی صاحب کے حواشی کے ساتھ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے حال ہی میں شائع کیا ہے [۱۲] مطبوعہ تہران صفحہ ۵۴۰ - ۵۴۳۔ کتاب کا نام تجزیۃ الامصار و ترجیۃ الاعصار ہے اور مؤلف شہاب الدین عبداللہ شیرازی (م ۷۱۸ھ) ہیں۔ مؤلف کے لقب "وصاف الحضرۃ" کی مناسبت سے کتاب کا نام "تاریخ وصاف" پڑ گیا ہے۔

فن کی ترقی کی کوششوں کی ایک کڑی تھی۔ خواجہ نے اس کام کو "المدرسۃ السیارہ" کا نام دے
س کام سے بڑا فائدہ ہوا۔ علما و فضلا ایک دوسرے سے متعارف۔ اختلافات کی جگہ دوستی اور ہم آہنگی
ایک علمی و دینی فضا پیدا ہوگئی۔ کبھی کبھی علما کے اجتماعات دارالحکومت سلطانیہ میں منعقد کروائے جاتے
بحث و تحیص میں سلطان مع وزرا، اور خواجہ کے شریک ہوتا تھا۔ اس جدت کا سہرا بھی خواجہ کے
تھا۔ [۱۳]

اولاد کی علم دوستی

جہ کو خدائے لم یزل نے بڑی باسعادت اولاد عنایت فرمائی تھی۔ ان کے چودہ بیٹوں میں آٹھ بڑے
بدوں پر فائز تھے۔ ان سعادت مندوں نے اپنے باپ کی پیروی کی اور اپنے اختیارات سے ناجائز
ستفادہ نہیں کیا۔ تمام معاصر مورخ ان کی نکوکاری، دریا دلی، فیاضی اور علوم و فنون کی سرپرستی
پر متفق ہیں۔ ان میں حاکم ایشیائے کوچک سلطان خواجہ جلال الدین، خواجہ سعد الدین، حاکم
خواجہ غیاث الدین امیر دربار خاص طور پر معروف ہیں۔ خواجہ غیاث الدین نے تبریز کے نواح میں علما
کی خاطر ایک بستی بنوائی تھی جسے آج تک "غیاث" (البتہ عوامی لہجہ میں "قیاس") کہا جاتا ہے۔[۱۴]
یدی" کے کچھ فاصلے پر اس بستی کے کھنڈرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ [۱۵]

اجہ کی دیگر جدتوں میں کتب خانے میں کام کرنے کی خاطر تربیت دلانا، استادوں کی تربیت، ریفریشر کورسوں کی
جدید تربیت، پورے وقت یا جز وقت پر ملازموں کا تعین وغیرہ شامل ہے [۱۴] روضات الجنات
الجنات جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ [۱۵] اگر نقشے پر نظر ڈالیں تو یہ مقام تبریز کے مشرق میں اور بین
السلسلۂ جبال کے درمیان واقع نظر آتا ہے۔

[redacted]